مدارس کا مزاحمتی کردار مغرب اور مغرب نواز قوتوں کو کھٹکتا ہے

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب کا جامعہ خلفاء راشدین میں علماء وکلاء،
پروفیسرز اور ڈاکٹرز سے خطاب۔ ضبط وترتیب: احمد وقاص/ مجیب الرحمٰن

صدر اجلاس معزز ومحترم علماء کرام برادران اسلام اور طلباء عزیز!! وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ضلع ڈیرہ غازی خان اور ضلع راجن پور کے مسئول مولانا مفتی خالد محمود صاحب کا میں شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے یہ موقع فراہم کیا کہ میں آپ حضرات کے سامنے دینی مدارس کے متعلق کچھ معروضات پیش کروں۔

آپ حضرات جانتے ہیں کہ عالمی طاقتوں کے ایجنڈے پر اس وقت جو چیزیں سب سے زیادہ اہم ہیں اُن میں دینی مدارس شامل ہیں، آپ مسلسل وقفے وقفے کے ساتھ مدارس دینیہ کے بارے میں پاکستان اور باہر کی حکومتوں کے ذمہ دار لوگوں کے بیانات پڑھتے رہتے ہوں گے، اس سے پہلے کہ وہ ہمارے مدارس کے بارے میں کیا سوچتے ہیں اور اُن کو ہمارے دینی مدارس پر کیا اعتراضات ہیں، میں تمہید کے طور پر، یاددہانی کے طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ برصغیر میں دینی مدارس، اللہ تبارک وتعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ جنگ اخبار میں لکھنے والے معروف دانشور عبدالقادر حسن کے بقول اگر یہ مدارس اور جامعات، اور ان میں پڑھنے والے اور پڑھانے والے یہ علماء کرام نہ ہوتے'' تو شاید ہم مسلمان بھی نہ ہوتے اور یہ کوئی مبالغہ نہیں، کوئی خلاف واقعہ نہیں، اگر آپ اپنے حالات میں غور کریں، تو ہمیں اسلام کے معنی، ایمان کا مطلب، قران کا تعارف، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا تعارف، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا اور علوم نبوت کا تعارف، اللہ کی توحید، پیغمبر کی رسالت، عقیدۂ آخرت، جنت اور جہنم، جزا وسزا غرضیکہ جتنی بھی ہماری دنیا اور آخرت سے وابستہ دینی اور ایمانی چیزیں ہیں وہ اگر ہمیں بتائی ہیں تو مدرسے نے بتائی ہیں۔ مدرسے کے مولویوں نے بتائی ہیں، غالباً ۲۰۰۰ء میں اسلام آباد میں یہ سب سے پہلے ہمارے مذاکرات تھے جس میں جنرل پرویز مشرف صاحب موجود تھے اور کئی سارے جنرل موجود تھے، دینی مدارس پر گفتگو ہو رہی تھی تو میں نے وہاں گفتگو کے دوران پرویز مشرف صاحب سے کہا کہ مثلاً آپ جتنا دین کو جانتے ہیں کہ پانچ نمازیں ہیں، فجر کی دو رکعتیں ہیں، ظہر کی چار ہیں، عصر کی چار ہیں یا جو آپ کو معلومات دین کے بارے میں ہیں یہ آپ کو کہاں سے حاصل ہوئیں۔ کیا آپ نے کسی کالج، یونی ورسٹی میں یہ معلومات حاصل کیں یا دین اور اسلام کے بارے میں جو کچھ آپ کو پتہ چلا تو کہاں سے پتہ چلا، تو وہ کہنے لگے، مولانا سچی بات یہ ہے کہ میں اپنی فوج کے جس یونٹ میں تھا، اسی یونٹ کی مسجد کا جو خطیب تھا اُس نے جو کچھ قرآن

کریم پڑھا یا سیکھا جتنا مجھے دین کا پتہ چلا ہے وہ مجھے اپنی فوجی چھاؤنی کے یونٹ کے اس خطیب مولوی سے پتہ چلا اور کہیں سے نہیں، آپ پورا جائزہ لے لیں۔

آرمی اور فوجی افسران میں دیکھ لیں، تاجروں کو دیکھیں، صنعت کاروں کو دیکھیں، بیوروکریسی کو دیکھیں، ایسے بہت کم لوگ ہوں گے جنھوں نے ذاتی دلچسپی کی بنا پر مطالعہ کیا ہوگا اکثریت کو دین کے بارے میں جو پتہ چلا ہے، وہ مدرسے سے چلا ہے مسلمان ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک یعنی دنیاوی منصب کے اعتبار سے جتنا کچھ انسان جانتا ہے وہ مدارس کی برکت سے جانتا ہے اُس کو جو کچھ دین کے بارے میں پتہ چلا ہے یہ اس کو مدرسے نے بتایا ہے، مدرسہ کے مولوی نے بتایا ہے، مسجد کے خطیب نے بتایا ہے، مسجد کے امام نے بتایا ہے۔

اگر یہ مدرسہ نہ ہوتا تو اسباب کے درجے میں کہہ رہا ہوں کسی کو اسلام کا پتہ ہی نہ ہوتا، ایمان کا پتہ نہ ہوتا، اُس کو اسلامی احکام کا پتہ ہی نہ ہوتا، اسے قرآن کا پتہ نہ ہوتا، وہ قرآن کریم کے لفظ پڑھنا بھی شاید نہ جانتا۔ اس کو فرائض اور واجبات اور مستحبات کا پتہ بھی نہ چلتا، یہ اللہ کا کرم ہے، ان مدرسوں کا احسان ہے، کہ ان مدرسوں نے مجھے اور آپ کو اسلام بتایا، مجھے اور آپ کو حضور علیہ السلام کا تعارف کروایا مجھے اور آپ کو اللہ کا تعارف کرایا ہے، اس لیے پوری قوم ان مدرسوں کے احسان کا بدلہ نہیں دے سکتی۔

ایک شخص نے چوری کی اور اس کے بعد اس کو خیال آیا، اس نے آ کر سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اقرار کیا کہ میں نے چوری کی ہے، اب ڈرتا ہوں کہ اگر دنیا میں سزا نہ پائی، تو آخرت کی سزا زیادہ خطرناک ہے، تو آپ مہربانی کریں، مجھے اس جرم کی سزا دے دیں تا کہ میں آخرت کی سزا سے بچ جاؤں۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس کے اقرار کرنے کے بعد شرعی اصولوں کے مطابق اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور کٹے ہوئے ہاتھ کے ساتھ جا رہا تھا اس کو راستے میں سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ملے، انھوں نے پوچھا تمہارا ہاتھ کس نے کاٹا ان کو تفصیل کا پتہ نہیں، اِن کا خیال یہ تھا کہ شاید کسی نے ظلم کیا اور اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا، پوچھا کہ ترا ہاتھ کس نے کاٹا، وہ کہنے لگا، میرا ہاتھ کاٹا ہے اسلام کے ایک ستون نے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد نے میرا یہ ہاتھ کاٹا ہے۔ حضور علیہ السلام کی بیٹی کے خاوند نے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اس سے کہا کہ جس نے تیرا ہاتھ کاٹا ہے، یہ فطرت اور انسانی طبیعت ہے وہ اس سے ناراض ہو جایا کرتا ہے اگر چہ کسی وجہ سے کاٹا ہو لیکن وہ اس کی اس طرح تعریف نہیں کرتا، یہ عجیب بات ہے کہ تیرا ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کاٹا اور تو پھر ان کی تعریف کر رہا ہے، میری سمجھ سے بالاتر ہے، تیری زبان سے تو ایسے الفاظ نکلتے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان کے خلاف ہوتے تُو تو حضرت علی کی شان بڑھا چڑھا کر بیان کر رہا ہے مجھے تعجب ہو رہا ہے جس نے تیرا ہاتھ کاٹا تو اس کی تعریف کر رہا ہے، تو وہ جواب میں کہتا ہے میں کیوں نہ حضرت علی کی تعریف کروں، انھوں نے میرا ہاتھ کاٹ کر مجھے جہنم کی سزا سے بچایا ہے۔ مجھے اللہ کی ناراضگی سے بچایا ہے، اس لیے میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتا ہوں وہ میرا محسن ہے کہ اس نے میرا ہاتھ کاٹ کر

مجھے آخرت کے عذاب سے بچایا، میں کہتا ہوں مسلمانو! یہ مدرسے آپ کے اور میرے محسن ہیں کہ انھوں نے مجھے توحید بتا کر، رسالت بتا کر، قیامت بتا کر، اللہ کی تقدیر اور قرآن، حضور علیہ السلام کی سنت، شریعت کے احکام بتا کر اللہ کی ناراضگی سے بچایا ہے۔ جہنم کے عذاب سے بچایا ہے۔ ہمیں کفر کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی دی ہے۔ جب وہ چور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کر رہا ہے تو یہ مدرسے بھی اس سے زیادہ تعریف کے مستحق ہیں جنھوں نے میری اور آپ کی دنیا اور آخرت بہتر بنانے میں کردار ادا کیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ دینی مدارس مجھے اور آپ کو جو دین دے رہے ہیں یہ کہیں نہیں ملتا، ابھی دو دن پہلے کی بات ہے، اسی منگل کی شام کو رات کو دس بجے سے لے کر گیارہ بجے تک وائس آف امریکہ نے ایک انٹرویو لیا اور وہ ریڈیو پر براہ راست پوری دنیا میں نشر ہو رہا تھا، اس میں موضوع تھا ''پاکستان کے دینی مدارس'' اور اُس میں میرے علاوہ شریک گفتگو جو لوگ تھے ان میں ہمارے وزیر تعلیم جاوید اشرف قاضی بھی تھے، سابق وزیر داخلہ معین الدین حیدر اور آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل حمید گل بھی تھے۔ ابتدائی طور پر جو گفتگو کی وہ وزیر تعلیم نے کی اور مجھے بڑا تعجب ہوا، پاکستان کے وزیر تعلیم کی گفتگو سن کر اور الحمدللہ، اللہ نے مجھے موقع دیا کہ میں جواب دوں۔ انھوں نے ایک بات تو اپنی گفتگو میں یہ کہی کہ ہم دینی مدارس سے کوئی پریشان نہیں ہیں، دن بدن دینی مدارس کی تعداد کم ہو رہی ہے میں نے کہا، مجھے افسوس ہے کہ ہمارے وزیر تعلیم کو اعداد و شمار کا پتہ نہیں ہے اور معلوم نہیں وہ کس دنیا میں رہتے ہیں، میں ان کو بتاتا ہوں اور وائس آف امریکہ کے تھرو امریکہ اور پوری دنیا کو بتاتا ہوں کہ الحمدللہ دن بدن ہمارے مدارس کی تعداد بڑھ رہی ہے، ہمارے ہاں پڑھنے والے طلبا کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ لڑکیوں کے مدرسے میں لڑکیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے، یہ تمام مہتممین اور علماء بیٹھے ہیں ان سے پوچھیں یہ پاکستان اور بیرون ملک سے چندے کر کے پیسے لا لا کر جتنے کمرے بناتے ہیں وہ اگلے سال کم ہو جاتے ہیں، درسگاہیں، دارالاقامہ کم ہو جاتے ہیں۔ مطبخ چھوٹا، مسجد چھوٹی ان کے لیے تمام جگہیں کم، اساتذہ کے مکانات کم پڑ جاتے ہیں، میں نے کہا وفاق المدارس جو پاکستان کے مدارس کی سب سے بڑی مؤثر تنظیم ہے، نو ہزار مدرسے اس کے ممبر ہیں، اور آپ حیران اور خوش ہوں گے کہ ہر سال امتحان دینے والی تعداد میں بیس سے تیس ہزار طلباء کی تعداد کا اضافہ ہو رہا ہے اور ۱۹۹۰ء سے لے کر آج ۲۰۰۵ء تک ان پندرہ سال کے عرصے میں جو مدارس پاکستان میں بنے یا پہلے سے تھے وفاق میں شامل نہیں ہوئے۔ ۱۹۹۰ء تک جتنے مدرسے وفاق میں تھے ان سے تین گنا زیادہ ان پندرہ سال کے عرصے میں وفاق میں شامل ہوئے ہیں اور نئے بنے ہیں، ہمارے وفاق کے تحت گزشتہ سے پیوستہ سال ایک لاکھ بیس ہزار طلباء نے امتحان دیا تھا، اور پچھلے سال ہمارے وفاق کے تحت ایک لاکھ چالیس ہزار طلباء نے امتحان دیا ہے۔ اور آپ خوش ہوں گے ان ایک لاکھ چالیس ہزار طلباء میں جو وفاق میں شامل مدرسوں نے قرآن کے حافظ اور قاری تیار کر کے پاکستان کی قوم کو دیے ہیں ان کی ایک سال کی تعداد باون ہزار ہے جو پورے قرآن کے حافظ ہوئے اور وفاق میں امتحان دیا اور حفظ کے ایسے طلباء جنھوں نے پندرہ، بیس یا پچیس سپارے پڑھے، مدرسوں نے ان کا امتحان نہیں دلوایا وہ اس میں شامل نہیں۔ ایک سال کے عرصے میں جو عالم تیار کر کے

دیئے ان کی تعداد تقریباً دس ہزار ہے جس میں چھ ہزار لڑکیاں ہیں، جو عالمہ بنی ہیں۔

وزیر تعلیم کہنے لگے ان کے مدرسوں میں اکثر افغانستان کے طلباء ہیں جب افغانستان کے حالات بہتر ہوگئے اور ہم نے ان افغان مہاجرین کو واپس بھیجا تو آدھے مدرسے بند ہوگئے، میں نے کہا کہ یہ وزیر تعلیم بالکل غلط بیانی کررہے ہیں، دن بدن مدارس کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ طلباء کی تعداد بڑھ رہی ہے، طالبات کی تعداد بڑھ رہی ہے اور لوگوں میں دینی مدارس کی طرف آنے کا رجحان پیدا ہورہا ہے اور ماشاء اللہ مسلمانوں میں ایک بیداری آئی ہے، خاص طور پر گیارہ ستمبر کے بعد جہاں برائی کی قوتیں بھی زور پر ہیں، وہاں خیر کی قوتیں زور پر ہیں۔ اگر آپ جائزہ لیں عالمی حالات کا تو گیارہ ستمبر کے بعد جن مسلمان ملکوں کے اندر انتخابات ہوئے ہیں ان میں یمن بھی ہے، الجزائر بھی ہے، مراکش بھی ہے، آپ کا پاکستان بھی ہے۔ جب ان ملکوں میں الیکشن ہوئے، کبھی ماضی میں اتنی بڑی طاقت دینی جماعتوں کو اور علماء کو نہیں ملی جتنی گیارہ ستمبر کے بعد ہونے والے انتخابات میں علماء کرام کو کامیابی ہوئی، یہ تبدیلی ہے پوری دنیا میں، میں نے کہا حکومتیں اور ہیں، عوام اور ہیں اور اگر مسلمان ملکوں کی حکومتیں امریکہ کا ساتھ دے رہی ہیں تو مسلمان ملکوں کے عوام مجاہدین کا ساتھ دے رہے ہیں۔

وزیر تعلیم نے اپنی گفتگو میں یہ بات بھی کہی کہ دینی مدرسے سوائے مؤذن، امام اور خطیب کے کچھ پیدا نہیں کررہے ہیں تو میں نے ان سے سوال کیا کہ ذرا بتادیں کہ پاکستان میں ہزاروں لاکھوں مسجدیں ہیں، کیا ان مسجدوں کے لیے امام اور مؤذن، خطیب اور علماء تیار کر کے قوم کو دینا یہ ملک کی ضرورت نہیں؟ آپ لوگ کس کے پیچھے نماز پڑھیں گے، اگر ہم امام تیار کر کے آپ کو نہ دیں، آپ کس کی اذان پر مسجدوں میں آئیں گے، اگر مسجدوں میں مؤذن تیار کر کے آپ کو نہ دیں۔ اور میں نے کہا کہ جس طرح ملک کا سرمایہ اور اثاثہ ڈاکٹر ہیں، انجنیئر ہیں، تاجر ہیں، صنعت کار ہیں، بیوروکریسی کے لوگ ہیں، وہاں اس ملک کی سب سے بڑی ضرورت علماء کرام ہیں۔ دینی رہنما ہیں، جس طرح پاکستان اور اس کی قوم کو ڈاکٹر کی ضرورت ہے، انجنیئر کی ضرورت ہے، صنعت کاروں کی ضرورت ہے، سیاست دانوں کی ضرورت ہے، سائنس دانوں کی ضرورت ہے، تاجروں کی ضرورت ہے، افسروں کی ضرورت ہے، اس سے زیادہ مسلمان قوم کو علماء کی ضرورت ہے۔ اگر ڈاکٹر پوری قوم کا سرمایہ ہیں تو عالم دین بھی پوری قوم کا سرمایہ ہے، اگر میڈیکل کالج انجنیئرنگ یونیورسٹی، ملک کی ضرورت ہے تو مدرسہ بھی اسلامی قوم کی اسلامی روایات کی ضرورت ہے۔ مدرسے کی ضرورت کا انکار وہی شخص کرسکتا ہے جس کی نظر میں اسلام کی ضرورت نہ ہو، جس کی نظر میں قرآن کی ضرورت نہ ہو، جس کی نظر میں حضور علیہ السلام کی سنت کی ضرورت نہ ہو، جس کی نظر میں اللہ کی شریعت کی ضرورت نہ ہو، جس کی نظر میں پیغمبر علیہ السلام کے علوم کی ضرورت نہ ہو، اور جو قرآن کو ضروری سمجھتا ہے، اسلام کو ضروری سمجھتا ہے، حضور علیہ السلام کی احادیث کو ضروری سمجھتا ہے، شریعت کو ضروری سمجھتا ہے، وہ کبھی بھی مدرسے کی ضرورت کا انکار نہیں کرسکتا۔ بلکہ مدرسہ تو اس طرح حیثیت رکھتا ہے جیسے میرے اور آپ کے جسم میں روح کی حیثیت ہے۔ انسانی سوسائٹی میں اگر مدرسہ نہیں ہے تو وہ ایک بے روح

جان ہے۔ وہ ایک بے روح لاشہ ہے، اس کے اندر بدبو ہے، اس میں کوئی زندگی کے آثار نہیں ہیں، جب تک کہ وہاں مدرسہ نہیں ہوگا، وہاں مسجد نہیں ہوگی۔ وہ بے روح ہے، وہ لاش ہے، یہ مدرسوں کا احسان ہے کہ انھوں نے مجھے اور آپ کو دین بتایا ہے، وہ کہنے لگے مولانا یہ آپ کے جو مدرسے ہیں یہ صرف مذہب کی تعلیم دیتے ہیں، یہ صرف مذہبی ادارے ہیں، یہ صرف دینی ادارے ہیں اور آپ صرف قرآن اور حدیث پڑھاتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ انگریزی پڑھائیں، سائنس اور ریاضی پڑھائیں، مطالعہ پاکستان پڑھائیں، معاشرتی علوم پڑھائیں اور آپ صرف دین پڑھاتے ہیں، میں نے کہا، دو باتیں الگ الگ ہیں، ایک یہ کہ ہم سائنس، معاشرتی علوم، مطالعہ پاکستان، ریاضی، انگریزی پڑھائیں، ہمیں ان کی ضرورت سے انکار نہیں اور اپنی ضرورت کی حد تک اپنے نصاب میں ان کو ہم نے شامل بھی کیا ہے۔ لیکن دوسری بات یہ ذہن میں رکھیں خاص طور پر علماء اس طرف توجہ کر کے پبلک میں بھی یہ بات کریں، عوام میں کریں اور اس بات کو زیادہ سے زیادہ پھیلائیں، ہمارے بارے میں یہ تصور اور تاثر قائم کیا جاتا ہے کہ یہ صرف مذہب کی تعلیم دیتے ہیں، یہ صرف اسلام پڑھاتے ہیں، یہ صرف دینی تعلیم دیتے ہیں، اس سے ہمیں انکار نہیں ہے، ہمارے مدرسے بزرگوں نے بنائے ہیں، کس لیے؟ اسلام کے لیے، مذہب کی، دین کی تعلیم کے لیے بنائے ہیں لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا اسلام صرف عقائد ایمانیات اور عبادات کا نام ہے یا اسلام صرف مکمل زندگی کے دستور کا نام ہے۔

یہی سوال میں نے وزیر تعلیم سے کیا اور چند دن پہلے امریکہ کا ایک وفد آیا، مجھ سے کہنے لگا، مولانا آپ صرف مذہبی تعلیم دیتے ہیں، میں نے کہا ہاں ہم مذہب کی تعلیم دیتے ہیں لیکن مذہب اسلام کی اور اسلام صرف عقائد کا اور نظریات کا اور ایمانیات کا نام نہیں ہے اسلام صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام ایک مکمل نظام زندگی کا نام ہے۔ اسلام مکمل ایک اللہ کے آئین کا نام ہے، اسلام میں جہاں عبادات اور ایمانیات ہیں وہاں پوری زندگی ہے، ہم اپنے مدرسوں میں جہاں عبادات، نظریات، ایمانیات اور عقائد پڑھاتے ہیں وہاں ہم اپنے مدرسوں میں اسلام کا عدالتی نظام پڑھاتے ہیں، ہم حکومتی نظام پڑھاتے ہیں۔

ہم کتاب البیوع کے اندر اسلام کا اقتصادی، معاشی اور قانون کا نظام پڑھاتے ہیں۔ کتاب الامارۃ اور قضا میں اسلام کا حکومتی اور عدالتی نظام پڑھاتے ہیں، کتاب الحدود اور قصاص پڑھا کر جرائم اور کرائم اور جوان پر سزائیں ہیں جو انسانی معاشرے کو تباہ کرتی ہیں ہم وہ جرائم اور کرائم اور ان کی سزائیں پڑھاتے ہیں۔ ہم کتاب الشھادات میں گواہی کے اصول اور طریقے اور فیصلے کی بنیاد پڑھاتے ہیں، ہم اپنے مدارس میں اسلام پڑھاتے ہیں، اخلاقیات پڑھاتے ہیں۔ عورتوں کے حقوق پڑھاتے اور بتاتے ہیں، انسانی حقوق پڑھاتے ہیں، اقلیتوں کے حقوق پڑھاتے ہیں۔

کتاب المغازی اور کتاب الجہاد کے ضمن میں جنگ کے اصول بتاتے ہیں، ہم بین الاقوامی تجارت، بین الاقوامی تعلقات پڑھاتے ہیں۔ ہم کتاب الربوا پڑھا کر سود کے مسائل بیان کرتے ہیں۔ اسلامی بینکنگ کا نظام پڑھاتے ہیں۔ ہم مضاربت پڑھاتے ہیں، مرابحہ پڑھاتے ہیں جس میں اسلام کا مالیاتی نظام بتاتے ہیں، ہم باہر کی دنیا سے تعلقات

قائم کرنے کی تعلیم اپنے مدرسوں میں دیتے ہیں، ہم غیر مسلم کے حقوق کی تعلیم اپنے مدرسوں میں دیتے ہیں، ہم پورا نظام زندگی اپنے مدرسوں میں پڑھاتے ہیں، ہم نے الحمدللہ جس مذہب اسلام کی تعلیم دی ہے یہ نہیں کہ وہ اندر کی دنیا سے تعلقات رکھتا ہے، باہر کی دنیا سے تعلق نہیں رکھتا، ہم مدرسوں میں وہ اسلام پڑھاتے ہیں جس کا بازار سے بھی تعلق ہے، عدالت اور کچہری سے بھی تعلق ہے، تھانے سے بھی تعلق ہے، جیل سے بھی تعلق ہے اور ہماری پارلیمنٹ سے اور سیاسی نظام سے بھی اس کا تعلق ہے، یہ تم نے عدالت سے اسلام کو نکالا ہے۔ پارلیمنٹ سے نکالا ہے، بازار سے نکالا ہے، اگر تم اسلام کو بازار لے آؤ، بینکوں کے اندر لے آؤ، عدالتوں میں لے آؤ، پارلیمنٹ میں لے آؤ تو آپ کو ہر جگہ مدرسے کے مولوی کی ضرورت پڑے گی اور ہر جگہ مدرسے کا مولوی ہوگا، میں آپ سے پوچھتا ہوں، علماء بیٹھے ہیں، ہم صرف نماز، روزہ پڑھاتے ہیں، ہم پورا ایک نظام زندگی پڑھاتے ہیں اور تم جو پڑھاتے ہو دنیا کی باتیں ہیں، ہم تو دنیا کے بعد مرنے کے بعد، جو قبر کا بیان ہے اور آخرت کا جہان ہے اس سے متعلق بھی پڑھاتے ہیں اور معلومات دیتے ہیں۔ ہماری تعلیم زیادہ جامع ہے کیونکہ اس کی پریکٹس نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں اسلام کا آئین نہیں ہے، اگر اسلامی نظام نافذ ہوتو مولوی آپ کو عدالت میں وکیل اور جج کے طور پر نظر آئے گا۔

آپ کو مولوی بینکوں کے اندر ملازمت کرتا ہوا نظر آئے گا، آپ کو پارلیمنٹ میں قرآن وسنت کے مطابق قانون سازی کرنے کے لیے نظر آئے گا، آپ کو اپنے پورے نظام کے اندر فوج میں مولوی نظر آئے گا، پولیس میں مولوی نظر آئے گا۔ آپ کو ہر جگہ مولوی نظر آئے گا، ہمارے پیغمبر نے مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم کی ہے، اس لیے ہمارے پیغمبر نے ہمیں پورا حکومتی نظام دیا ہے، پورا ملکی نظام دیا ہے، یہ پروپیگنڈہ ہے کہ یہ صرف مذہب پڑھاتے ہیں، یہاں مدرس بیٹھے ہیں، علماء بیٹھے ہیں آپ ان سے پوچھیں کیا یہ کتاب البیوع نہیں پڑھاتے؟ کتاب الربوا یہ نہیں پڑھاتے۔ یہ مضاربت کے کاروبار اور بزنس کے احکام نہیں پڑھاتے؟ یہ مزارعت اور کاشت کاری کے احکام پڑھاتے ہیں۔

آپ نے اگر زمین دینی ہے آپ نے باغ دینا ہے تو کس طرح دینا ہے، مضارع کے لیے کیا اصول ہیں۔ مالک کے لیے کیا شرطیں ہیں آپ شرائط پر دے سکتے ہیں۔ پانی کیسے ہوگا، زمینیں کیسی ہوتی ہیں، نہری زمین کون سی بارش کے پانی سے سیراب ہونے والی کیسی۔ ان پر کیا ٹیکس آتا ہے یہ پورا نظام ہے جو ہمارے مدرسے میں پڑھایا جاتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں مدرسے میں صرف نماز، روزہ پڑھایا جاتا ہے نہیں بلکہ نماز، روزہ بھی پڑھایا جاتا ہے اور باقی نظام زندگی بھی پڑھایا جاتا ہے۔ اس میں معاشی نظام، اقتصادی نظام، عدالتی نظام، سیاسی نظام اس میں حکومتی نظام، اس میں بین الاقوامی تعلقات، اس میں بین الاقوامی سیاست، تاریخ یہ تمام چیزیں جن کی مدرسوں میں تعلیم دی جاتی ہے۔

چنانچہ وزیر تعلیم نے کہا یہ مدرسے تو صرف دین پڑھاتے ہیں، میں نے کہا نہیں ہم سب کچھ پڑھاتے ہیں، اس نے کہا کہ آپ تو صرف مسجدوں میں نظر آتے ہیں، میں نے کہا نظر اس لیے آتے ہیں کہ آپ نے عدالت سے اسلام کو نکالا ہوا ہے۔ آپ کی کچہریاں عدالتی فیصلے انگریز کے قانون کے مطابق کرتی ہیں، اگر وہ اسلام کے قانون کے مطابق فیصلے

کریں، آپ سچی بات بتائیں ان عدالتوں میں، مولوی کی ضرورت پڑے گی کہ نہیں پڑے گی؟ وفاقی شرعی عدالت بنی، سپریم کورٹ میں شریعت بینچ دیا، وہاں مولوی کی ضرورت پڑی۔ مولانا تقی عثمانی صاحب گئے، علماء گئے، وہاں کام کیا۔ انھوں نے وہاں ایسے فیصلے کئے ہیں کہ یہ لوگ خود اس کی تعریف کرتے ہیں۔

میں آج ہی اپنے ساتھیوں سے کہہ رہوں کہ تاریخی حقائق کی روشنی میں اگر کوئی شخص دیکھے تو چودہ سو سال پہلے جو دنیا ں امن وامان، سلامتی، عدل، انصاف، محبت، پیار، ہمدردی، خیر خواہی، ایثار، دوسروں کا خیال کرنا، یہ وہی چیزیں ہیں جو ہلے دور میں تھیں اور آج کے مدرسوں میں بھی ہیں، تو مولوی جب کہتا ہے ہم آپ کو پیچھے لے جانا چاہتے ہیں گویا وہ پیچھے لے جارہا ہے، آگے لے جانے کے لیے تمہیں اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جانا چاہتا ہے۔ اس روشنی کی طرف لے جانا چاہتا ہے جو حقیقی روشنی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان مدارس کو قائم ودائم رکھے۔

لوگ کہتے ہیں کہ آج یورپ اور امریکہ اور ان کے نمائندوں کو آپ کے مدرسوں سے کیا تکلیف ہے۔

یہی سوال اس انٹرویو میں بھی ہوا کہ مولانا آپ کے مدرسوں ئے بارے میں جو باتیں ہوتی ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ میں نے کہا دیکھیں عام طور پر ہمارے مدارس کو بدنام کیا جاتا ہے کہ یہ دہشت گرد ہیں اور قتل وغارت میں ملوث ہیں، میں نے کہا ہم قتل وغارت میں ملوث نہیں بلکہ قتل وغارت میں تو وہ لوگ ملوث ہیں جو انھوں نے خود پیدا کیے ہیں۔ وہ لوگ جن کا تعلق عرب ملکوں سے ہے جن کو انھوں نے ملزم بتایا ہے اور جن لوگوں پر الزام لگایا ہے ان میں سے ایک بھی پاکستان کا نہیں، افغانستان کا نہیں، اور بنگلہ دیش کا نہیں، ہندوستان کا نہیں اور ان کی وجہ سے ان مدرسوں پر دہشت گردی کا الزام کیا انصاف کے مطابق ہے۔ تو وزیر تعلیم صفائی دیتے ہوئے فوراً کہنے لگے نہیں نہیں، بین الاقوامی دہشت گردی میں ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بین الاقوامی دہشت گردی میں آپ کے مدرسوں کا کوئی تعلق نہیں۔ لیکن جو پاکستان میں دہشت گردی ہورہی ہے اس میں آپ کے لوگ ہیں، تو میں نے کہا جو ہمارے لوگ ہیں وہ ہمارے نہیں ہیں، آپ ہمارے اوپر ڈال دیتے ہیں، یہ وہ ہیں جن کو آپ نے خود پالا ہے، تو آج آپ ان کو ہمارے کھاتے میں ڈال رہے ہیں اور اگر کسی مدرسے میں پڑھے ہوئے شخص نے کوئی ناحق قتل کیا ہے تو مدارس کے علماء نے کب اس کی تائید کی ہے اور کب روکا ہے کہ آپ اس کے خلاف کارروائی نہ کریں۔

مدرسوں کا نہ پاکستان سے اور نہ باہر کی کسی دہشت گردی سے تعلق ہے، کسی بھی دہشت گردی میں مدرسے کا کوئی تعلق نہیں، اگر کوئی تعلق ہے تو ثبوت کے ساتھ لائیں، ہم نے بارہا حکومت کے لوگوں سے کہا کہ آپ یہ جو کہتے ہیں کہ جی اکثر مدرسے ٹھیک ہیں، بعض مدرسے خراب ہیں تو آپ ان بعض مدرسوں کا نام کیوں نہیں لیا کرتے، کون سی رکاوٹیں ہیں کہ آپ ان کا نام نہیں لیتے اور بعض کہہ کر آپ سب کو بدنام کررہے ہیں، اس لیے کہ ہر ایک کے بارے میں گمان ہوگا کہ یہ مدرسہ شاید اُس بعض میں آتا ہو، ہر مدرسے کو آپ مشکوک بناتے ہیں، ہم سے وعدہ کیا گیا کہ آئندہ ہم ایسا نہیں کریں گے، لیکن پھر بھی یہ وعدے کرکے وعدے توڑنے والے لوگ ہیں، انھوں نے اس کی وعدہ خلافی کی ہے۔

ہمارے اوپر آئینی طور پر کوئی پابندی نہیں لگائی جاسکتی کہ آپ نہیں پڑھا سکتے، فلاں چیز نہیں پڑھا سکتے، ہم ملک کی سلامتی کے خلاف کوئی چیز نہیں پڑھاتے اور جو ملکی سلامتی کے خلاف نہیں اس کو پڑھانے سے ہمیں کوئی نہیں روک سکتا، اور اگر کوئی چیز ایسی ہے جس سے ملک کی سلامتی کو نقصان پہنچتا ہے لیکن وہ شریعت اور دین کی تعلیم ہے تو یاد رکھیے! ہمارے نزدیک اسلام پہلے ہے، ملک بعد میں ہے۔ یہ بات میں نے اس لیے کہی کہ اگر کل کو کوئی ہم سے کہتا ہے کہ آپ جہاد کی آیات نہ پڑھائیں، جہاد کے احکام نہ پڑھائیں، ہمارے ملک کو خطرہ ہے۔ تو آپ کا کیا خیال ہے کہ ہم مان لیں گے، ہم یہ بات نہیں مان سکتے، کہنے لگے کہ لوگ آپ کے مدرسوں کے خلاف کیوں ہیں یعنی خواص وعوام تو ہمارے ساتھ ہیں، ملک کی اکثریت تو ہمارے ساتھ ہے، وہ اپنے بچے الحمدللہ ہمارے یہاں بھیجتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ لوگ ہمارے خلاف ایک ہی وجہ سے ہیں، وہ یہ ہے کہ ہمارے مدرسوں میں جو اسلام اور جو دین پڑھایا جاتا ہے اس کے اندر ایک بنیاد جو ہم اپنے پڑھنے والوں کو دیتے ہیں کہ اگر کوئی ہمارے اوپر ظلم کرتا ہے تو تم نے اس ظلم کا مقابلہ کرنا ہے۔ ہم ظلم اور زیادتی کے خلاف مقابلہ کرنے کی تعلیم دیتے ہیں اور یہ ہمارے اسلام کی تعلیم ہے کہ اگر کوئی تم پر ظلم کرتا ہے تو تم بزدلی کا مظاہرہ نہ کرو، پشت نہ دکھاؤ، سینہ تان کر کھڑے ہو جاؤ اور ظلم کا مقابلہ کرو، آج دنیا میں امریکہ ظلم کر رہا ہے۔

آج افغانستان اور عراق میں اور فلسطین میں، کشمیر میں اور ہندوستان میں بھی ظلم ہو رہا ہے اور مدرسوں سے پڑھا ہوا مولوی اس ظلم کا مقابلہ اور مزاحمت کر رہا ہے اور ان کو پتہ ہے کہ یہ مزاحمت کی تعلیم صرف مدرسہ دیتا ہے اس لیے اس مدرسہ کے خلاف ہیں اور مدرسے کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا ظالم کے خلاف مزاحمت ہونی چاہیے یا نہیں ہونی چاہیے، ہمارا یہی ایک کردار ہے جو کھٹکتا ہے باہر کی دنیا کو، اس لیے کھٹکتا ہے کہ ہم ان کے ظلم کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں اور مزاحمت کرتے ہیں۔

اور اندر والوں کو کیا کھٹکتا ہے؟ اندر والوں کو کھٹکتا یہ ہے کہ ہم ان کی روشن خیالی چلنے نہیں دیتے، ہم ان کی آزاد خیالی چلنے نہیں دیتے، یہ کہتے ہیں کہ جناب فلاں چیز اسلام میں منع نہیں ہے اگر تم بسنت مناؤ تو اس سے پاکستان کا اعتدال پسندانہ امیج دنیا کے سامنے آتا ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ یہ بسنت ہندوؤں کا تہوار ہے، اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ یہ مرد اور عورت کو سڑکوں پر اکٹھے دوڑانا چاہتے ہیں، مولوی رکاوٹ بن جاتا ہے۔ ہم نہیں دوڑنے دیں گے۔ عورت کو مرد کے ساتھ مل کر باہر سڑکوں پر آنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا، ہم اس کو روکیں گے ہم چونکہ شریعت کے خلاف کاموں کو روکتے ہیں اس لیے ہم ان کی نظر میں انتہا پسند ہیں اور یہ ہمارے خلاف ہیں۔

اس کے علاوہ کوئی بات ہے تو بتاؤ آپ بتایئے اس کے علاوہ کوئی بات ہے؟ میں آپ سے پوچھتا ہوں آج اگر مولوی حلال کو حلال حرام کو حرام کہنا چھوڑ دے اور جس حرام کو یہ لوگ حلال کہیں ہم چپ ہو کر زبانیں بند کر لیں، تو یہ ہمارے خلاف نہیں ہیں، میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا ہم زبانیں بند کر لیں ہم خاموش ہو جائیں دل سے کہتا ہوں اگر ہماری زندگی میں وہ دن آنا ہے کہ حق بول نہ سکیں تو اللہ اس سے پہلے ہمیں موت دے دے۔ اس سے پہلے اللہ ہمیں موت

ے دے یہ ہمارے اکابر کی امانت ہے، ہم اپنا فرض ادا کریں گے اور ان دینی مدارس کا تحفظ اور دفاع کریں گے ان شاء اللہ۔ یہی ایک کردار ہے ان کا، ایک مزاحمتی کردار، ظلم کے خلاف آواز اٹھانا اور خلاف شریعت باتوں کے خلاف آواز اٹھانا، ان کو یہ کھٹکتا ہے اور کوئی چیز نہیں ہے اگر ہم آرام سے پڑھتے رہیں، پڑھاتے رہیں تو دنیا میں بے شمار تحقیقی اور یسرچ کے ادارے ہیں، دنیا میں بے شمار تعلیم اور ایجوکیشن کے ادارے ہیں کوئی ان کو کچھ نہیں کہتا، وہ کیوں؟

اس لیے کہ وہ ان کے راستے کی رکاوٹ نہیں ہیں اور مولوی ان کے راستے کی رکاوٹ ہے دیوار ہے یہ دینی مدارس اللہ کی بڑی نعمت ہیں ان دینی مدارس نے ہمیں اسلام سکھایا ہے ہمیں ماں اور بیٹی کا فرق بتایا ہے، آج جتنا بھی دین باقی ہے یقین کریں ان مدرسوں کی وجہ سے ہے یہ اسلام کے محفوظ اور مضبوط قلعے ہیں، آپ کا فرض ہے کہ آپ اس کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کریں۔ پوری دنیائے کفر ان کے خلاف ہے اب دنیائے اسلام کا فرض ہے کہ وہ ان کو مضبوط کرے۔ دوسری بات میں نے یہ عرض کی کہ مدرسہ صرف مذہب کی، عبادات کی تعلیم کا نام نہیں ہے بلکہ مدرسہ مذہب کی جامع تعلیم کا نام ہے، مدرسہ ایک پورے مکمل دستور حیات، دستور کائنات کی تعلیم گاہ کا نام ہے جس میں پورا وہ سسٹم، پورا وہ نظام دیا جاتا ہے جو پوری زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور تیسری بات جو میں نے آپ سے کہی وہ یہ کہ ان مدرسوں کا ایک ہی کردار ہے جو کھٹکتا ہے وہ ان کا مزاحمتی کردار ہے وہ ان کا شریعت سے قطعی اور لازوال رشتہ ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے پاس ایک شخص تحریر لائے کہ اس پر دستخط کردو، حضرت نے پڑھا تو اس میں یہ لکھا تھا، آج کے زمانہ میں سود حلال ہے۔ بینک سے آپ سود پر لے کر فیکٹریاں اور کارخانے لگا سکتے ہیں اگر نہیں لگائیں گے، مسلمان پیچھے رہ جائے گا، یہ اس تحریر کا خلاصہ تھا۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا، میں اس پر دستخط نہیں کروں گا، اس نے کہا، کیوں نہیں کریں گے، آج ضرورت ہے مسلمانوں کی، آپ مفتی ہیں۔ دستخط کریں، آپ کی بات چلتی ہے۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا، بھائی سود حرام ہے اور تم اس تحریر میں اس کو حلال کہہ رہے ہو، میں اس پر دستخط نہیں کر سکتا۔ انھوں نے بڑا اصرار کیا تو حضرت تھانوی نے بڑی پیاری بات فرمائی، فرمانے لگے آپ کا یہ خیال ہے کہ اگر میں اس تحریر پر دستخط کر دوں گا تو اللہ کا حرام حلال ہو جائے گا۔ سنو! ایک اشرف علی نہیں لاکھوں اشرف علی بھی اللہ کے حرام کے حلال ہونے کو دستخط کریں تو وہ حلال نہیں ہوگا۔ اللہ کا رام حرام ہی رہے گا، لاکھ دنیا کہے، یہ چیز جائز ہے، وہ اگر ناجائز ہے تو جائز نہیں بنے گی۔ یاد رکھیے حلال اور حرام کے یصلے جائز اور ناجائز کے فیصلے، جواز اور عدم جواز کے فیصلے فرش پر نہیں عرش پر ہوئے ہیں، یہ اختیار اللہ تعالیٰ نے کسی ولی تو لیا کسی مفتی تو کیا کسی عالم تو کیا اللہ نے اپنے نبی اور پیغمبر کو بھی یہ اختیار نہیں دیا۔ پیغمبر کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کہتے ں: "ومابنطق عن الھویٰ إن ھو الا وحی یوحی " یہ وہ بولے گا جو ہم بلوائیں گے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے س صحابہ مسئلہ لے کر حاضر ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے بارے میں ابھی تک اللہ کا کوئی حکم نہیں آیا۔ اللہ ی وحی نہیں آئی جب اللہ کی وحی آئے گی، اللہ حکم دے گا، میں تمھیں بتا دوں گا۔ میں دین بنانے والا نہیں، میں تو دین انے والا ہوں۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔☆☆☆